ہجری کیلنڈر

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

ہجرت کی تعریف:...... لیجئے! کیلنڈر نے ایک اور صفحہ الٹ دیا، اب ۱۴۲۳ھ کے بجائے ۱۴۳۳ھ ہے۔ اسلامی کیلنڈر ''ہجری کیلنڈر'' کہلاتا ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ ہجرت کی طرف اس کی نسبت ہے، عربی زبان میں ''ہجر'' کے معنی چھوڑنے کے ہیں، اسی سے ہجرت کا لفظ ماخوذ ہے، ہجرت ایک اسلامی اصطلاح ہے، ایمان کی حفاظت یا دین کی اشاعت کی غرض سے ترک وطن کرنے کو ''ہجرت'' کہتے ہیں۔ ''تارکین وطن'' آج کل ایک بین الاقوامی اصطلاح ہے، ہر ملک میں تارکین وطن موجود ہیں، ترقی یافتہ ممالک میں ان کی تعداد نسبتاً زیادہ ہے، یہ وہ تارکین وطن ہیں، جنہوں نے معاشی اور سیاسی مقاصد کے تحت اپنا وطن چھوڑا ہے، ان کو مہاجرین کہنا ''ہجرت'' کے مقدس لفظ کے ساتھ ناانصافی ہے۔

ہجرت، انبیاء کرام علیہ السلام کی سنت:...... ہجرت دراصل پیغمبروں کی سنت ہے، شاید ہی کوئی پیغمبر ہو جس کو ہجرت نہ کرنی پڑی ہو، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام وغیرہ کی ہجرت کے واقعات تو خود قرآن مجید میں مذکور ہیں، لیکن تاریخ میں ہجرت کے نام سے جو شہرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کو حاصل ہے، اس کی نظیر نہیں، آپ علیہ الصلاۃ والسلام ۵۷۱ء میں پیدا ہوئے اور ٹھیک ۴۰ رسال کی عمر یعنی ۶۱۱ء میں آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و دیانت اور اخلاقی خوبیوں کا پورے مکہ میں چرچا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بچپن اور جوانی اسی مکہ میں گزارا، نبوت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لوگوں نے ہر طرح کی ایذاء رسانی کا راستہ اختیار کیا، لیکن کوئی انگلی نہ تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار پر اٹھے اور کوئی زبان نہ تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیانت و پاکیزگی پر کھلے۔

نبی اکرمؐ کی جدوجہد:......۱۳ سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں دعوت دین کی جدوجہد فرمائی، یہ ۱۳ سال ایسے گزرے کہ شب وروز آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے قرار رہتے کہ کسی طرح اللہ کے بندے اللہ کو پالیں اور صحیح راستہ کی

طرف آ جائیں، پورا دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم گلیوں، کوچوں اور بازاروں میں گھوم گھوم کر دعوت دینے میں گزارتے، ایک ایک دروازہ پر پہنچتے اور دروازۂ دل کو دستک دیتے، ایک ایک شخص سے ملتے اور اس کی خوشامد فرماتے، لیکن بہت کم لوگ تھے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہا، اکثریت ان لوگوں کی تھی کہ حق کی روشنی ان کے سامنے دوپہر کی دھوپ کی طرح کھل کر آ گئی، مگر بت پرستی اور بے دینی کو چھوڑنے پر وہ آمادہ نہیں تھے، کیوں کہ یہی ان کے آباء واجداد کا مذہب تھا، اس درمیان کوئی تکلیف نہ تھی، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی نہ گئی ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورے خاندان سمیت بائیکاٹ کیا گیا، مسلمان لقمہ لقمہ کو ترستے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل خاندان کے ساتھ درخت کے پتے اور چھال تک کھانے پر مجبور تھے، جسم اقدس پر اونٹ کی اوجھ اور غلاظت ڈال دی گئی، گلے میں پھنڈا ڈال کر جان لینے کی کوشش کی گئی، راستے میں کانٹے بچھائے گئے، جملے کسے گئے اور تالیاں پیٹی گئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فاتر العقل اور جادوگر مشہور کیا گیا۔

نبی اکرمؐ کی دعا:...... نبوت کے سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا رخ کیا، شاید ان کو قبول اسلام کی توفیق ہو، لیکن طائف کی زمین مکہ سے بھی زیادہ سخت ثابت ہوئی، انہوں نے نہ صرف انکار کیا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اوباش لڑکوں کو بھی لگا دیا، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر پھینکتے، خاک اڑاتے، ہنستے اور تمسخر کرتے، جسم لہولہان ہو گیا، نعلین مبارکین میں خون جم گئے، گھٹنے زخمی ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ جاتے، تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑا کر دیتے، حضرت زید بن حارثہؓ ساتھ تھے، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کاندھوں پر اٹھالیا اور ایک باغ کی پناہ لی، ٹوٹے ہوئے دل اور اشکبار آنکھوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی طرف متوجہ ہوئے، جب مطمئن ہو گئے تو بڑی پُر درد دُعاء فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"الٰہا! اپنے ضعف و بے سروسامانی کی اور لوگوں کے مقابلے میں اپنی بے بسی کی فریاد آپ ہی سے کرتا ہوں، آپ رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں، درماندہ، بے کسوں کے پروردگار آپ ہی ہیں، آپ ہی میرے مالک ہیں، آخر آپ مجھے کس کے حوالے کر رہے؟ کیا اس حریف بے گانہ کے جو مجھ سے ترش روئی روا رکھتا ہے، یا ایسے دشمن کے جو میرے معاملے پر قابو رکھتا ہے؟؟ لیکن اگر مجھ پر آپ کا غضب نہیں ہے تو پھر مجھے کچھ پرواہ نہیں، بس آپ کی عافیت میرے لئے زیادہ وسعت رکھتی ہے، میں اس بات کے مقابلے میں کہ آپ کا غضب مجھ پر پڑے یا آپ کا عذاب مجھ پر نازل ہو، آپ ہی کے نور جمال کی پناہ مانگتا ہوں، جس سے ساری تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں اور جس کے ذریعے دین و دنیا کے تمام معاملات سنور جاتے ہیں، مجھے تو آپ کی رضامندی اور خوشنودی مطلوب ہے، آپ کے سوا کہیں سے کوئی قوت و طاقت نہیں مل سکتی۔"

اہل مدینہ کا قبول اسلام:...... خدا کی قدرت دیکھئے، ایمان اور اسلام کی جو تخم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ اور طائف

کی سرزمین میں بوئی تھی، اللہ اس سے اہل مدینہ کے دلوں کو بارآور فرمارہا تھا، بارش کہیں اور ہورہی تھی اور ایمان کا آب حیات کہیں اور جمع ہورہا تھا، حج کے موقع پر مدینہ کے لوگ مکہ آئے، ان کے کان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی طرف متوجہ ہوئے، وہ مخلص اور حق کے متلاشی تھے، ضد اور اکڑ نہ تھی، اس لئے فوراً ہی کانوں سے دلوں تک کا فاصلہ طے ہوا، ایمان لائے اور اہل ایمان کو پناہ دینے کا عہد بھی کیا، مکہ کی زمین بتدریج اہل ایمان پر تنگ سے تنگ تر ہوتی جاتی تھی، بعض مسلمانوں کو گلے میں پھندا ڈال کر گرم ریتوں پر گھسیٹا جاتا، بعضوں کو سلگتے ہوئے شعلوں پر لٹایا جاتا اور ان کے جسم سے رسنے والے لہو سے آگ بجھائی جاتی، کسی کو دھوئیں کی دھونی دی جاتی، بعضے تو بے رحمی سے شہید ہی کردیئے گئے۔

ہجرتِ مدینہ:......لیکن مجال نہ تھی کہ دامنِ صبر مسلمانوں سے چھوٹ جائے اور حکم خداوندی کے بغیر وہ اپنے طور سے فیصلہ کریں، آخر خود خدا کی طرف سے حکم ہوا کہ مسلمان مکہ چھوڑ کر مدینہ آجائیں، مسلمان آہستہ آہستہ مدینہ آنے لگے اور صرف وہی مکہ میں رہ گئے، جو یہاں سے جانہیں سکتے تھے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تک مکہ ہی میں مقیم تھے اور اپنے بارے میں حکم خداوندی کے منتظر، اسلام کے دشمنوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ بنایا، ہر قبیلہ سے ایک ایک نمائندہ لے کر درِ دولت کا محاصرہ کرلیا، ادھر خدا کی طرف سے صورتِ حال سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرمایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پورے اطمینان کے ساتھ کچھ آیتیں پڑھتے ہوئے اور ایک مشت غبار محاصرین پر پھینکتے ہوئے باہر نکل آئے اور چھپتے چھپاتے کچھ دنوں میں مدینہ تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر دھڑ پر انعام مقرر ہوا، پیچھا کرنے والوں نے پیچھا کیا اور اپنے تئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق خاص حضرت ابوبکرؓ کی جان لینے کی کوشش میں کوئی کسر نہ رکھی، مگر خدا کی تدبیر کے سامنے ساری تدبیریں اکارت گئیں اور نبوت کا جو آفتاب مکہ میں طلوع ہوا تھا، مدینہ میں مہر نیم روز بن کر روشن ہوا۔

اہل مکہ کی قربانی اور اہل مدینہ کی جانثاری:......آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں داخل ہوئے تو جشن کا منظر تھا، بچے، بوڑھے، جوان، مرد اور عورت، آقا اور غلام، بڑے اور چھوٹے، دل اور آنکھیں بچھائے پروانہ وار کھڑے تھے، زبان پر استقبالیہ نغمے، نگاہانِ شوق بے تاب، یا تو مکہ کی سرزمین مسلمانوں پر تنگ تھی یا پھر مدینہ نے دل وجگر راہوں میں بچھار کھے تھے، مہاجرین کے لٹے پٹے قافلوں کو اہل مدینہ نے اپنے یہاں جگہ دی، گھر دیا، در دیا، کھیت اور باغات نثار کئے اور سب سے بڑھ کر اتھاہ محبت اور پیار کی سوغات دی، اہل مدینہ نے جو ایثار کیا، شاید ہی انسانی تاریخ میں اس کی کوئی مثال مل سکے، اہل مکہ کی قربانیاں بھی کچھ کم نہ تھیں، گھر چھوڑا، وطن کی فضاؤں کو خیر باد کہا، اعزہ واقرباء کی محبت قربان کی اور اپنی پوری دنیا سے منہ موڑ کر ایک ایسی منزل کو چل پڑے جہاں اجنبیت سے سابقہ تھا اور مستقبل موہوم تھا، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے ترک وطن کر کے آنے والوں کو ''مہاجرین'' اور مدینہ کے رہنے والوں کو ''انصار'' کا نام دیا، مہاجرین کے معنی ہیں ''دین کے لئے ترک وطن کرنے والا'' اور ''انصار'' کے معنی ہیں اہل ایمان کی

مدد ونصرت کرنے والا‘‘ مسلمانوں میں ان دو طبقوں کے سوا کسی تیسرے طبقہ کا تصور نہیں، نہ ذات پات کا، نہ قبیلہ اور برادری کا، نہ ملک اور صوبہ کا، نہ زبان کا، کوئی اور تقسیم نہیں جو اللہ تعالیٰ کو مسلمانوں کی گوارا ہو۔

ہجرت کا سبق:......ہجرت کا یہ واقعہ ایک طرف مسلمانوں کی قربانی اور دین کی حفاظت و اشاعت کے لئے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے رفقاء عالی مقام کے ایثار و فدا کاری کی یادگار ہے اور دوسری طرف آئندہ اسلام کو جو فتوحات اور کامیابیاں حاصل ہوئیں، ان کا مقدمہ، یہ محض مکہ سے مدینہ کی طرف سفر نہیں تھا، بلکہ مغلوبیت سے غلبہ وظہور کی طرف اور مقہوریت سے طاقت و شوکت کی طرف سفر تھا، بظاہر مسلمانوں پر زمین تنگ ہو رہی تھی، لیکن خدا نے اسی تنگی میں آفاق کی وسعت کو سمو رکھا تھا، یہ واقعہ نا امیدیوں میں امید کی کرن سے روشناس کرتا ہے اور حوصلہ شکن حالات میں امید و حوصلہ کا چراغ جلاتا ہے اور اس بات کو بھی یاد دلاتا ہے کہ کیسی کیسی قربانیوں اور جانثاریوں سے خدا کے اس دین کو سر بلند کیا گیا ہے اور کس قدر خون و لہو کے ذریعے حق و صداقت کے اس شجرۂ طوبیٰ کی آبیاری فرمائی گئی ہے؟

اسلامی کیلنڈر کی ابتدا:......حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے بحیثیت خلیفہ ایک فائل آئی، جس میں تاریخ درج تھی، سال درج نہ تھا، آپ رضی اللہ عنہ کو خیال ہوا کہ مسلمانوں کا اپنا کیلنڈر ہونا چاہیے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مجلس شوریٰ میں یہ تجویز رکھی اور غالباً حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے پر فیصلہ ہوا کہ اسلامی کیلنڈر واقعۂ ہجرت پر مبنی ہونا چاہیے، چنانچہ مہینوں کی ترتیب وہی قائم رہی جو اسلام سے پہلے عربوں میں مروج تھی، محرم سے آغاز اور ذوالحجہ پر اختتام اور سال کا آغاز واقعۂ ہجرت کے سال سے مانا گیا، اس طرح ۱۴۳۳ھ کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعۂ ہجرت کو اتنے سال گزر چکے۔

کیلنڈر کی حیثیت:......کیلنڈر بھی کسی قوم کی اپنی شناخت ہوتی ہے، اس سے قوم و ملت کی تاریخ وابستہ ہوتی ہے، ہجری کیلنڈر پر غور فرمائیے، اس میں اکثر مہینوں کے نام وہ ہیں جو اسلامی عبادات اور مسلمانوں کی مذہبی روایات کی نشاندہی کرتے ہیں اور نام ہی سے ان مہینوں سے متعلق عبادات اور واقعات کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے، دوسری قوموں کے جو کیلنڈر مروج ہیں، وہ بھی ان کے مذہبی افکار و روایات کا مظہر ہیں، یہی حال مہینوں اور ہفتوں کے نام کا ہے، مثلاً Sunday اور Monday کے الفاظ ہی پر غور کیجئے، ان کے معنی ہیں سورج کے دن اور چاند کے دن، چوں کہ اہل یونان کے یہاں ایک دن سورج کی پرستش کے لئے مقرر تھا اور ایک دن چاند کی پرستش کے لئے، اسی لئے مختلف دیوتاؤں کے نام سے دنوں کے نام ہوا کرتے تھے، کچھ اسی طرح کا معنی مہینوں کے نام کے پیچھے بھی کارفرما ہے، اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کیلنڈروں کو قبول نہیں فرمایا، جو اس زمانہ میں مروج تھے۔

ہجری کیلنڈر کی حفاظت، فرض کفایہ:......پس اسلامی کیلنڈر مسلمانوں کی اپنی ایک پہچان ہے، اس لئے ہمارا فرض ہے کہ اس کیلنڈر کو رواج دیں اور آنے والی نسلوں کو اس کے پس منظر اور اس کی دینی وملی حیثیت سے واقف کرائیں، علماء نے لکھا ہے کہ ہجری کیلنڈر کے چلن کو باقی رکھنا اور اس کی ترویج کی سعی کرنا فرض کفایہ یعنی امت کا اجتماعی فریضہ ہے۔ یہ کیلنڈر ہمیں ہمارا تشخص یاد دلاتا ہے اور ہجرت کے عبرت آمیز اور موعظت انگیز واقعہ کی طرف ہمیں متوجہ کرتا ہے......☆